امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

# اُموی دورِ حکومت کا تاریخی تجزیہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ساتھ ''السابقون الاوّلون'' کا دورِ اقتدار ختم ہوتا ہے اور اب عربوں کی ''قومی حکومت'' شروع ہوتی ہے، جب اسلام کی تحریک کی حفاظت عربوں نے اپنا قومی مسئلہ بنالیا تو ظاہر ہے کہ اسلام سے پہلے قریش کے جس خاندان کے ہاتھ میں اقتدار تھا وہ برسرِ عروج ہوتا، یہی وجہ ہے کہ عربوں کی قومی حکومت کی قیادت بنو اُمیّہ کو ملی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت مسلمان عربوں کی ''قومی حکومت'' کا بہترین نمونہ تھی اور اس میں شک نہیں کہ وہ مسلمان عربوں کے بہت بڑے آدمی تھے، عام عربوں کا رجحان بنوہاشم کے مقابلہ میں اُمویوں کی طرف زیادہ تھا اور اس کے اپنے اسباب ہیں، خلافتِ راشدہ کے بعد امویوں کا اقتدار میں آنا، اموی دور اسلام کی بین الاقوامی تحریک کے ارتقاء کی ایک لازمی کڑی کا حکم رکھتا ہے۔

ہمارے تاریخ نگاروں نے بنواُمیّہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور بنواُمیّہ کے سیاسی مخالفوں نے بھی جو بعد میں ان کے تخت وتاج کے وارث بنے اُنہیں بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا۔ پہلے ہم بھی بنواُمیّہ کے خلاف اپنے مؤرخوں کی باتیں پڑھ کر متاثر ہو جاتے تھے لیکن اب جو ہم نے دنیا کی انقلابی تحریکوں کا بغور مطالعہ کیا اور ایک انقلابی تحریک کو جن جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے ان کو جانا تو ہم پر اُموی دور کی اصل حقیقت واضح ہوگئی۔

ہم نے بنواُمیّہ کی غلطیوں کو تو خوب اچھالا لیکن ان کی حکومت کی جو اچھائیاں تھیں ان کا اعتراف کرنے میں بخل سے کام لیا۔ بے شک اُمویوں نے اسلامی حکومت کو قومی اور عربی رنگ دیا لیکن انہوں نے اسلام کے بین الاقوامی فکر کو اپنی حکومت کے تابع نہ بنایا، چنانچہ عہدِ اُموی میں اسلام کا سیاسی مرکز دمشق تھا لیکن ذہنی اور علمی مرکز مدینہ ہی رہا، دوسرے لفظوں میں اسلامی فکر کی بین الاقوامیت بحال رہی۔ (مطبوعہ: ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند، ستمبر ۱۹۹۲ء)